ششماہی علوم القرآن علی گڑھ ۸/۱ جنوری۔ جون ۱۹۹۳ء

بہترین طریقہ تفسیر

ابن تیمیہؒ کا نقطۂ نظر

تعارف و ترجمہ: **مسعود الرحمن خاں ندوی**

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (۶۶۱ - ۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳ - ۱۳۲۸ء) سے وقتاً فوقتاً علمی، دینی، فقہی اور مذہبی سوالات کئے جاتے تھے، کبھی وہ خود ہی اپنے تدریسی حلقوں، وعظ و نصیحت کی مجلسوں اور علمی تالیفات میں ایسے سوالات اٹھاتے تھے جو سامعین یا قارئین کے ذہن میں ابھر سکتے ہوں۔ اسلامی علوم و فنون کی متنوع اقسام میں ایسے لاتعداد سوالوں سے ان کو اپنی زندگی میں سابقہ پڑا، جن کے جوابات کبھی انھوں نے تحریری شکل میں خود دیئے اور کبھی شاگردوں کو املا کرائے اور کبھی سامعین نے خود ہی نوٹ کر لئے۔ ان کے ایک معاصر سوانح نگار اور مشہور و معروف محدث و مؤرخ اسلام عبداللہ ذہبی (۶۷۳ - ۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴ - ۱۳۴۸ء) کے الفاظ میں "مختلف علوم و فنون میں ان کے فتاوی تین سو جلدوں یا ان سے زیادہ پر مشتمل ہیں۔"[1]

ہو سکتا ہے کہ وہ فتاوٰی ابن تیمیہ اور ذہبی کی حیات میں یکجا جمع ہوں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد میں منتشر ہو گئے، کیونکہ ۱۳۲۹ھ میں مطبع کردستان العلمیہ قاہرہ نے جو مجموعۃ فتاوٰی شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیۃ کے نام سے پانچ جلدوں میں شائع کیا اور اسی مجموعہ کو ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں دار الکتب الحدیثۃ قاہرہ نے حسین محمد مخلوف کے مقدمہ اور تعارف کے ساتھ مجموعۃ فتاوٰی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ المسماۃ بالفتاوٰی الکبریٰ کے نام سے پیش کیا، وہ ذہبی کے مذکورہ تخمینہ [illegible]

بعد میں ایک نجدی عالم عبدالرحمٰن بن محمد قاسم عاصمی حنبلی اور ان کے بیٹے محمد بن عبدالرحمٰن نے چالیس سال کی تلاش و جستجو کے بعد جو ضخیم ترین مجموعہ پینتیس (۳۵) جلدوں میں ۱۳۹۸ھ میں (کتاب کی فہرستوں کے لئے دو جلدیں اس پر مستزاد ہیں) مجموع فتاوٰی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ کے نام سے پیش کیا، ہمارے خیال میں یہ بھی ذہبی کے بتائے ہوئے فتاوٰی سے علیحدہ ہے۔ اس لئے کہ اس کے جامع و مرتب باپ بیٹے نے اگرچہ ان کے فتاوٰی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی لائبریریوں میں محفوظ مخطوطات سے جمع کرنے کی کوشش کی ہے، نیز ابن تیمیہ کی دیگر تالیفات اور رسالوں میں بکھرے ہوئے متعلقہ مباحث بھی بڑی دیدہ ریزی سے اکٹھا کئے ہیں لیکن انھوں نے کہیں بھی یہ دعوٰی نہیں کیا ہے کہ ان کو کسی ایک جگہ یا مختلف مقامات سے کوئی ایسا مجموعہ ملا ہو جس پر ذہبی کا بیان صادق آسکے۔ بہر حال یہ ضرور ہے کہ یہ مجموعہ موجودہ شکل میں امام ابن تیمیہؒ کی بلند قامت شخصیت کا نمائندہ اور مختلف علوم و فنون پر مشتمل معارف کا گنجینہ ہے۔ اس آخری مجموعہ میں علوم القرآن اور فن تفسیر سے متعلق بھی بڑا ذخیرہ یکجا کردیا گیا ہے۔ اس کی بارہویں جلد "قرآن حقیقتاً اللہ کا کلام ہے" کے موضوع پر ہے، تیرہویں جلد فن تفسیر کے عنوان سے ہے، اور چودہویں سے لے کر سترہویں جلد میں ابن تیمیہ کی تفسیری تحریروں کو یکجا کردیا گیا ہے۔ فن تفسیر پر مشتمل تیرہوین جلد میں ایک فصل کا عنوان ہے مقدمۂ تفسیر (۱۳/۳۲۹-۴۰۴)۔ یہ وہی فصل ہے جو ایک رسالہ کی شکل میں مقدمہ فی اصول التفسیر کے نام سے متعدد جگہوں سے بار بار شائع ہو چکی ہے، ہمارے زیر نظر مطبعہ سلفیہ قاہرہ کی طباعت سوم ۱۳۹۷ھ ہے، اس سے پہلے اس کی دو طباعتیں ۱۳۷۸ھ اور ۱۳۸۵ھ میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس رسالہ کی قدر و قیمت کے پیشِ نظر ڈاکٹر عدنان زرزور نے اپنی تحقیق و مقدمہ کے ساتھ دار القرآن الکریم۔ الکویت سے ۱۹۷۱ء میں اس کو شائع کیا۔

اس رسالہ کی ایک فصل میں ابن تیمیہ نے اس سوال کے جواب میں کہ تفسیر کا سب سے بہترین طریقہ کیا ہے؟ پورے دس صفحات (۳۲-۴۱) تحریر کئے ہیں۔ اور یہی وہ حصہ ہے جس کو ان کے قریبی شاگرد مؤرخ و مفسر ابن کثیرؒ (۷۰۱-۷۷۴ھ/۱۳۰۰-

۱۳۷۲ء) نے اپنی عادت کے خلاف بلا حوالہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں تقریباً لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے[۲۵]۔ حالانکہ وہ اپنی تمام کتابوں میں چھوٹی بڑی ہر بات کو اس کے کہنے والے کی طرف منسوب کرنے کے عادی اور پابند ہیں۔

اس تسامح کی ایک عام وجہ تو بھول چوک ہو سکتی ہے، لیکن اس سے دل زیادہ مطمئن نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ مصلحت ہو سکتی ہے جو ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ کے تعلقات اور ان کے زمانہ کے مخالفانہ ماحول کو دیکھتے ہوئے قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

ابن تیمیہؒ کو علم و عمل کی عظیم دولت کے طفیل عوام میں مقبولیت اور حکام وقت کی نظروں میں بلند مرتبہ حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے بعض معاصر علماء کا حسد و رقابت کے جذبات کا شکار ہو جانا فطری تھا۔ منکرات کے خلاف جہاد میں ان کی سرگرمیوں کی چوٹ شیعہ، اہل بدعت اور پیشہ ور صوفیاء کے علاوہ ملحدانہ خیالات رکھنے والے فرقوں میں اہل کتاب خاص کر عیسائی اقلیت پر بھی پڑتی تھی۔ لہذا مختلف اسباب کے تحت ان کے خلاف جو ماحول ملک میں بنایا گیا اس کی وجہ سے نہ صرف ابن تیمیہؒ بلکہ ان کے ہم خیال اور مؤید ہم عصر علما اور شاگردوں کو بھی سخت ابتلا و آزمائش کے دور سے بارہا گزرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ان کے عقائد کی چھان بین کے لئے نہ صرف مختلف مجالس تحقیق کے سامنے ان کو پیش ہونا پڑا، بلکہ سات سال (۷۰۵ھ سے ۷۱۲ھ تک) کے لئے مصر میں اور دوبار (۷۲۰ھ اور ۷۲۶ھ سے سن وفات ۷۲۸ھ تک) دمشق میں قید کی مشقت بھی برداشت کی۔ ان کے معاصر عالم اور قریب ترین دوست، ابن کثیر کے استاد و خسر جمال الدین مزی (۶۵۴-۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶-۱۳۴۱ء) اور ان کے کئی شاگردوں میں ابن القیمؒ (۶۹۱-۷۵۱ھ/ ۱۲۹۲-۱۳۵۰ء) اور ابن کثیر بھی شامل ہیں، کو قید و بند اور ایذا رسانی سے سابقہ پڑا۔ اس لئے اس شدید مخالفانہ ماحول کے پس منظر میں یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کو اختلافات سے بلند رکھنے کے لئے مقدمہ میں تفسیری طریقہ کا [illegible] ابن تیمیہ [illegible] سمجھا ہو، اس مصلحت کی

طرف اچٹتا ہوا اشارہ ڈاکٹر محمود النقراشی السید علی نے کیا ہے، لکھتے ہیں:

> "ابن کثیر نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف ان کے بیان کو منسوب نہیں کیا ہے۔ دونوں کے درمیان تعلق اور اس کی بنا پر جو ایذاء ابن کثیر کو پہنچی تھی، ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔ بہر حال ہم تو اس کو (ابن تیمیہ کے تفسیری طریقہ کار کو اخذ کرنے اور تفسیر میں برتنے کو) ابن کثیر کی اس طریقہ کار کے داعی (ابن تیمیہ) سے وفاداری ہی سمجھتے ہیں، کیوں کہ انھوں نے اپنی تفسیر کے ذریعہ (عملی طور پر) اس طریق کار کی صحت اور اس کی انحراف سے سلامتی کو ہمارے لئے بخوبی واضح کر دیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر (دونوں) کو مسلمانوں کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔"[۳۵]

مگر اس فرضی مصلحت کی اہمیت اس وقت کم ہو جاتی ہے، جب ہم دیکھتے ہیں کہ ابن کثیر اپنے استاد ابن تیمیہ کے اقوال اپنی تفسیر اور تاریخ میں پیش کرنے سے گریز نہیں کرتے، نیز ابن تیمیہ کی ابتلاء و آزمائش کے دور کے واقعات اور غیر ملکی دشمنانِ اسلام سے مقابلہ اور اندرونِ ملک منکرات کے سدِ باب کے لئے ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو پورے جوش و جذبہ کے ساتھ تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے یہ عقدہ توفی الوقت آسانی سے حل ہونے والا معلوم نہیں ہوتا کہ ابن کثیر نے ابن تیمیہ کے بہترین طریقہ تفسیر سے متعلق جواب کو عمداً، سہواً یا مصلحتاً ان کی طرف منسوب کرنے سے کیوں گریز کیا؟

ابن تیمیہ کے اس جواب میں اہلِ سنت کے نزدیک مسلمہ چار بنیادی اصولوں کا تذکرہ ہے اور ان کی روشنی میں تفسیر کی مثالیں دی گئی ہیں۔ یعنی قرآن کریم کی تفسیر قرآن، سنت نبوی، پھر صحابہ اور پھر تابعین کے اقوال کے ذریعہ ہونا چاہیے۔ صحابہ اور تابعین کے اقوال کی شرعی حیثیت، ان کے مختلف اقوال کے اختلاف کی نوعیت کے ساتھ بعض مفسر صحابہ و تابعین کا ذکر بھی آگیا ہے۔ تفسیر قرآن میں ایک دخیل عنصر اسرائیلیات (یعنی اہل کتاب سے منقول روایات) کی تین قسمیں اور تفسیر [illegible] علم کے تفسیر کلام اللہ میں دخل اندازی

کی شرعی حیثیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

اس پوری بحث میں کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی ہے جو اہلِ سنت کے مسلمہ موقف کے خلاف ہو یا نئی ہو جس کو ابن تیمیہ کی ذاتی رائے یا اجتہاد کا درجہ دیا جا سکے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان سے پہلے اس موضوع پر تحریری شکل میں یہ مواد یکجا موجود نہ تھا۔ جس کو انھوں نے سلیقہ کے ساتھ مرتب کر کے مدلل طور پر ضبط تحریر میں لانے کی خدمت انجام دی اور پھر اس کو اپنی تفسیری تحریروں میں برتا، اور ان کی خوش قسمتی تھی کہ ان کے ایک شاگرد نے اسکو مکمل تفسیر قرآن میں عملی طور پر برتنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس تحریر کی علمی اہمیت کے پیشِ نظر افادۂ عام کے لئے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ مضمون کے اندر بریکٹ [ ] کے درمیان کا اضافہ مقدمہ تفسیر ابنِ کثیر کا ہے۔

سوال

تفسیر کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

جواب

صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے، کیونکہ جو بات قرآن میں ایک جگہ مختصراً بیان ہوئی ہے وہ دوسری جگہ تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو سنت (نبویؐ) کا سہارا لیا جائے کیونکہ وہ قرآن کی شارح اور وضاحت کرنے والی ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے جو کچھ احکام بھی دئے وہ قرآن کی سمجھ بوجھ ہی سے دئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ	ہم نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ	اتاری ہے تاکہ آپ اللہ کی بخشی ہوئی سوجھ بوجھ
اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ	کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔
خَصِيْمًا (النساء ۱۰۵)	اور آپ خائنوں کے مدمقابل نہ بنیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ [illegible]	[illegible] اس لئے اتارا کہ آپ

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥
(النحل: ۴۴)

لوگوں کے لئے وہ بات بیان فرمادیں جو ان کے لئے اتاری گئی ہے۔ شاید کہ وہ (اس کے بارے میں) سوچیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ٥
(النحل ۶۴)

ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لئے اتاری ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے وہ بات بیان فرمائیں جس میں انھوں نے اختلاف کیا، (یہ کتاب) ایمان رکھنے والی قوم کے لئے ہدایت ورحمت ہے

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ۔

"سنو، بے شک مجھ کو قرآن دیا گیا اور اسی کے ساتھ اسی کے مثل"۔

یعنی سنت۔ سنت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی طرح وحی کے ذریعہ ہی نازل ہوتی تھی البتہ سنّت کی قرآن کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی۔ امام شافعی رح اور دیگر ائمہ نے اس پر بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں جن کے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے طلب کریں، اگر (اس میں) نہ پائیں تو سنت سے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رض کو یمن بھیجتے وقت ان سے سوال کیا: تم کیسے فیصلہ کروگے؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کی کتاب کے مطابق، آپ نے دوسرا سوال کیا: اگر (اس میں) نہ پاؤ؟ انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلعم کی سنت کے مطابق، آپ ص نے تیسرا سوال کیا: اگر (اس میں) نہ پاؤ؟ انھوں نے جواب دیا: اپنی رائے سے (فیصلہ دینے کی) کوشش کروں گا۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر (خوشی سے) ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے پیامبر کو ایسی توفیق عطا فرمائی جس کو رسولِ خدا نے پسند فرمایا۔ یہ حدیث مسند وسنن

کی کتابوں میں اچھی سند کے ساتھ موجود ہے۔

اگر قرآن و سنت میں تفسیر نہ پائیں تو اس سلسلہ میں ہم صحابہ کے اقوال کی طرف رجوع کریں گے کیوں کہ وہ اس کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے حالات اور ان کے سیاق و سباق کا خود مشاہدہ کیا تھا اور ان کو ان کی مکمل سمجھ اور ان کا صحیح علم حاصل تھا۔ خاص کر ان میں علماء و برگزیدہ صحابہ کے (طبقہ کو) جیسے کہ چاروں خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ جیسے عبداللہ بن مسعودؓ۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے کہا کہ ہم سے ابو کریب نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن نوح نے بیان کیا، ہم سے اعمش نے ابوالضحیٰ کی روایت اور مسروق کے واسطہ سے بیان کیا کہ عبداللہ (ابن مسعودؓ) نے کہا "اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کی کتاب کی کوئی ایسی ایک آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس بارے میں اور کہاں اتری ہے، (اس کے باوجود) اگر مجھ کو یہ معلوم ہو کہ کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کسی مقام پر موجود ہے جہاں تک سواریاں پہنچ سکتی ہیں تو میں یقیناً اس کے پاس جاؤں گا۔[۴] اعمش نے ہی ابو وائل کی روایت سے ابن مسعودؓ کے واسطہ سے کہا ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا: ہم میں سے کوئی شخص جب دس آیتیں سیکھ لیتا تھا، تو وہ ان سے آگے نہیں بڑھتا تھا یہاں تک کہ وہ ان کے معنیٰ جان لے اور ان پر عمل کرنا سیکھ لے۔[۵] اور ابو عبدالرحمٰن سلمی نے کہا کہ ہم سے ان لوگوں نے بیان کیا جو ہم کو قرآن پڑھاتے تھے کہ وہ نبیؐ سے قرآن پڑھتے تھے، اور جب وہ دس آیتیں سیکھ لیتے تھے تو ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک کہ اس پر عمل نہ کرنے لگیں، اس طرح ہم نے قرآن اور (اس پر) عمل ایک ساتھ سیکھا۔ انھیں (ہدایت یاب ائمہ) میں بحرِ بیکراں عالم عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ رسول خدا نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ "اے اللہ ان کو دین کی سمجھ عطا فرما اور ان کو تاویل سکھا" اس دعا کی برکت سے وہ ترجمان القرآن بنے، ابن جریر نے کہا کہ ہم سے محمد بن بشار نے وکیع نے اور سفیان نے اعمش کے واسطہ سے بیان

کیا، انھوں نے مسلم کے واسطہ سے، انھوں نے مسروق کے واسطہ سے، انھوں نے کہا کہ عبداللہ یعنی ابن مسعود نے کہا "ابن عباس بہترین ترجمان القرآن ہیں"۔ پھر اس کو یحییٰ بن داؤد اسحٰق ازرق، سفیان، اعمش، مسلم بن صبیح، ابوالضحیٰ، مسروق، ابن مسعود کے ذریعہ روایت کیا کہ انھوں نے کہا: "قرآن کے بہترین ترجمان ابن عباس ہیں"۔ پھر اس کو بنداره جعفر بن عون، اعمش کے واسطہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ یہ ابن مسعود تک صحیح سند ہے کہ انھوں نے ابن عباس کے بارے میں یہ عبارت کہی۔ صحیح روایت[۲۶] کے مطابق ابن مسعود نے ۳۲ھ میں وفات پائی، اور ابن عباس ان کے بعد مزید چھتیس سال عمر پائی تو ابن مسعود کے بعد انھوں نے جو علوم حاصل کئے ہوں گے ان کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور اعمش ابو وائل کی روایت سے کہتے ہیں: علی نے موسم (حج) پر عبداللہ بن عباس کو نائب بنایا، تو انھوں نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، اور اپنے خطبہ میں سورۃ بقرہ پڑھی، ایک اور روایت میں سورۂ نور ہے، تو انھوں نے اس کی ایسی تفسیر بیان فرمائی کہ اگر روم و ترک و دیلم (بھی) سنتے تو اسلام لے آتے۔

اسرائیلیات اور کبارِ صحابہ

چنانچہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن سدی کبیر اپنی تفسیر میں زیادہ تر ابن مسعود اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی انکے واسطے اہل کتاب کے وہ اقوال بھی نقل کرتے ہیں جن کو رسول اللہ نے یہ کہتے ہوئے مباح قرار دیا ہے کہ "میری طرف سے (لوگوں کو میری تعلیمات) پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، اور بنی اسرائیل کے واسطہ سے روایتیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جو میری طرف قصداً جھوٹ منسوب کرے تو اس کو جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالینا چاہیئے"۔ اس کو بخاری نے عبداللہ بن عمرو کے واسطہ سے بیان کیا ہے جن کو یرموک کی لڑائی میں اہل کتاب کی کتابوں کے دو بستے ملے تھے، تو وہ اس حدیث کی اجازت کے مطابق ان میں سے بیان کرتے تھے۔ لیکن یہ اسرائیلیات استشہاد کے طور پر بیان کی جاسکتی ہیں، اعتقاد یا تقویت حاصل کرنے کے لئے نہیں۔

اسرائیلی روایات کو مندرجہ ذیل تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ جن کے صحیح ہونے کو ہم اپنے پاس موجود (قرآن شریف و سنت کی) تصدیق کی (بنیاد پر) جانتے ہیں۔ یہ صحیح ہیں۔

۲۔ جن کا جھوٹ ہونے کو ہم اپنے پاس موجود (قرآن شریف و سنت کی) مخالفت کی (بنیاد پر) جانتے ہیں۔ (یہ غلط ہیں)

۳۔ جن کے بارے میں ہمارے مآخذ خاموش ہیں، نہ ان کا تعلق قسم اول سے ہے نہ دوم سے، تو نہ ہم ان کا یقین کریں گے نہ ان کو جھٹلائیں گے۔

ان کو سابق ہدایت کے مطابق (استشہاد کے لئے نہ کہ تقویت یا اعتقاد کے لئے) بیان کرنا جائز ہے، (اگرچہ) اس قسم کے اکثر حصہ کا کوئی دینی فائدہ نہیں ہے۔ اسی لئے اہلِ کتاب کے علما میں اسرائیلیات کے بارے میں بہت اختلاف ہے، اور اسی وجہ سے (ہمارے) مفسرین سے بھی اختلاف منقول ہے۔ چنانچہ وہ ان اسرائیلیات کے واسطہ سے اصحابِ کہف کے نام، ان کی تعداد، ان کے کتے کا رنگ، موسیٰؑ کا ڈنڈا کس درخت (کی لکڑی) کا تھا، ابراہیمؑ کے لئے اللہ نے جن پرندوں کو زندہ کیا تھا ان کے نام کیا تھے، گائے کے (گوشت کے) اس حصہ کی تعیین جس سے مقتول کو مارا گیا، اس درخت کی قسم جہاں سے اللہ نے موسیٰؑ سے بات کی وغیرہ قرآن کی مبہم چیزوں کو بیان کرتے ہیں جن کے متعین کرنے کا لوگوں کو دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اختلاف اقوال اور قرآنی تعلیم

لیکن اس بارے میں اہل کتاب کا اختلاف نقل کرنا جائز ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ	وہ عنقریب کہیں گے کہ اہل کہف تین
كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ	تھے، چوتھا ان کا کتا تھا، اور کہیں گے پانچ
كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ	تھے چھٹا ان کا کتا تھا، وہ یہ اٹکل سے کہتے ہیں
سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ج قُلْ رَّبِّيٓ	اور کہیں گے سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔

عْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظٰهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا

(الکہف ۲۲)

فرمادیں کہ میرا رب ان کی تعداد کو زیادہ جاننے والا ہے، ان کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں، لہذا آپ ان کے بارے میں صرف سرسری بحث کریں اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے (کچھ) نہ پوچھیں۔

یہ آیت کریمہ ایسے موقع کے لئے مناسب ہدایات پر بھی مشتمل ہے اور یہ تعلیم بھی دیتی ہے کہ ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیئے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تین اقوال کی خبر دی، اولین دو اقوال کی تضعیف کی اور تیسرے قول کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا جو اس کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ بھی غلط ہوتا تو اولین دو اقوال کی طرح اس کی بھی تردید فرماتے۔ پھر یہ بھی رہنمائی فرمائی کہ ان کی تعداد کے معلوم ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے ایسے موقع پر یہی کہنا چاہیئے کہ "میرا رب ان کی تعداد کو زیادہ جاننے والا ہے" کیونکہ اس کو صرف وہی تھوڑے لوگ جانتے ہیں جن کو اللہ نے بتایا ہے اسی لئے کہا کہ "ان کے بارے میں صرف سرسری بحث کریں" یعنی جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اس چیز میں اپنے کو ہلکان نہ کریں اور نہ ان کے بارے میں ان سے پوچھیں کیونکہ وہ اٹکل باتوں کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

اختلاف بیان کرنے کا بہترین طریقہ

اختلاف بیان کرنے کا یہی بہترین طریقہ ہے کہ ایسے موقع پر تمام اقوال کو جمع کیا جائے، ان میں سے صحیح سے باخبر کیا جائے اور غلط کو غلط ٹھہرایا جائے اور اختلاف کا فائدہ ونتیجہ بیان کیا جائے تاکہ بے فائدہ باتوں میں جھگڑا اور اختلاف نہ بڑھے اور آدمی اہم باتوں سے غافل نہ ہو جائے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں تمام اقوال جمع کئے بغیر اختلاف بیان کرتا ہے تو یہ نامناسب بات ہوگی، کیونکہ جو قول بیان نہیں کیا گیا، ہوسکتا ہے وہی صحیح ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی نامناسب ہوگی کہ صرف اختلاف بیان کرکے چھوڑ دے اور صحیح بات نہ بتائے۔ اگر غلط کو قصداً صحیح قرار دیا تو قصداً جھوٹ بولا یا اگر ایسا جہالت کی وجہ سے ہوا تو

غلطی کی۔ اسی طرح جو شخص بے فائدہ اختلاف چھیڑے یا متعدد اللفظ اقوال بیان کرے جن کا حاصل معنی کے اعتبار سے ایک دو قول میں سمیٹا جا سکتا ہو تو اس نے وقت ضائع کیا اور غلط کی کثرت کا مرتکب ہوا، اس کی مثال مکرر جھوٹ بولنے والے کی طرح ہے۔

اللہ ہی سچائی کی توفیق دینے والا ہے۔

تابعین کے اقوال کے ذریعہ

اگر تفسیر نہ قرآن و سنت میں ملے نہ صحابہ کے اقوال میں تو بہت سے علما ائمہ نے تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کیا ہے۔ جیسے مجاہد بن جبر (تابعی)، تفسیر میں (خدا کی) نشانی تھے جیسے کہ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ ہم سے ابان بن صالح نے مجاہد کے واسطہ سے بیان کیا کہ انھوں نے کہا: ”میں نے ابن عباس کو فاتحہ سے خاتمہ تک تین بار قرآن سنایا، میں اس کی ہر آیت پر رکتا تھا اور ان سے اس کے بارے میں پوچھتا تھا۔ ابن جریر نے کہا کہ ہم کو ابو کریب نے مطلع کیا کہ ان کو طلق بن غنام نے عثمان مکی کے واسطہ سے مطلع کیا کہ انھوں نے ابن ابی ملیکہ کے ذریعہ بتایا کہ انھوں نے کہا: میں نے مجاہد کو ابن عباس سے تفسیر قرآن کے بارے میں سوال کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ ان کے پاس ان کے لکھنے کی تختیاں تھیں، اور ابن عباس ان سے کہتے تھے کہ ”لکھو“ (مجاہد اسی طرح سے پوچھتے رہے) یہاں تک کہ انھوں نے ان سے پوری تفسیر کے بارے میں پوچھ لیا۔ اسی لئے سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے: اگر تم کو تفسیر مجاہد سے پہنچے تو وہ تمہارے لئے کافی ہے۔

اسی طرح سعید بن جبیر (وفات ۹۵ھ) عکرمہ (وفات ۱۰۵ھ) ابن عباس کے مولی، عطا بن ابی رباح (وفات ۱۱۴ھ)، حسن بصری (وفات ۱۱۰ھ)، مسروق بن اجدع (وفات ۶۳ھ)، سعید بن مسیب (۱۵ - ۹۴ھ)، ابو الولید (وفات ۹۰ھ)، ربیع بن انس (وفات ۴۶ھ)، قتادہ (وفات ۱۱۷ھ)، ضحاک بن مزاحم (وفات ۱۰۵ھ) وغیرہ تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے لوگ ہیں۔

ایک آیت کے بارے میں ان کے اقوال الفاظ کے فرق کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں جن کو بے علم اختلاف سمجھتا ہے اور مختلف اقوال کی حیثیت سے بیان کرتا ہے، حالاں کہ وہ

(مختلف اقوال) نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں سے بعض لوگ متعلق بات کو اس کے لازم یا مماثل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، اور بعض متعلق بات کو بالذات کہتے ہیں، لیکن اکثر مواقع پر سب تعبیرات ایک ہی معنی پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے صاحب عقل شخص کو یہ بات سمجھنا چاہیئے۔ اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

شعبہ بن حجاج وغیرہ نے کہا کہ "تابعین کے اقوال فقہ میں حجت نہیں ہیں تو تفسیر میں کیسے حجت ہو سکتے ہیں؟" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اقوال ان کے مخالف خیال رکھنے والوں کے لئے حجت نہ ہوں گے۔ یہ بات صحیح ہے۔ لیکن اگر تابعین کسی بات پر اتفاق کر لیں تو اس کے حجت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور اگر ان میں اختلاف ہو تو ان میں کسی کا قول نہ کسی دوسرے کے لئے اور نہ بعد میں آنے والوں کے لئے حجت ہوگا، اور ایسی صورت میں قرآن کی زبان اور عربی کے عموم یا صحابہ کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

صرف رائے کے ذریعہ تفسیر

قرآن کی تفسیر صرف رائے کے ذریعہ حرام ہے، [اس لئے کہ محمد بن جریرؒ نے کہا ہے کہ ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ہم سے سفیان نے بیان کیا، مجھ سے عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی نے، بواسطہ سعید بن جبیر، بواسطہ ابن عباس بواسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کہ انھوں نے کہا: جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کہا یا ایسی بات کہی جس کو وہ نہیں جانتا تو وہ آگ میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔ اسی طرح ترمذی و نسائی نے سفیان ثوری کے واسطہ سے بیان کیا، اور ابوداؤد نے بواسطہ مسدد، بواسطہ ابوعوانہ، بواسطہ عبدالاعلی مرفوع حدیث کی حیثیت سے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حدیث حسن کہا ہے۔ اسی طرح ابن جریر نے بواسطہ یحیی بن طلحہ یربوعی بواسطہ شریک، بواسطہ عبدالاعلی حدیث مرفوع کی حیثیت سے روایت کیا ہے۔ لیکن بواسطہ محمد بن حمید، بواسطہ حکم بن بشیر، بواسطہ عمرو بن قیس ملائی، بواسطہ عبدالاعلیٰ، بواسطہ سعید، بواسطہ ابن عباس موقوف حدیث کی حیثیت سے روایت کیا ہے، اور بواسطہ محمد بن حمید، بواسطہ جریر، بواسطہ لیث، بواسطہ بکر، بواسطہ سعید بن جبیر، بواسطہ ابن عباس

ان کے قول کی حیثیت سے روایت کیا ہے۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

ابن جریر نے کہا: ہم کو عباس بن عبد العظیم عنبری نے مطلع کیا، ہم سے حیان بن ہلال نے بیان کیا، ہم سے سہیل کے بھائی حزم نے بیان کیا، ہم سے ابو عمران جونی نے بواسطہ جندب بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کہا یقیناً اس نے غلطی کی "۔ ابو داود، ترمذی و نسائی نے اسے سہیل بن ابی حزم قطعی کی حدیث کی حیثیت سے بیان کیا۔ ترمذی نے اس کو غریب کہا۔ بعض اہل علم نے سہیل کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ان کی ایک عبارت یہ ہے "جس نے اللہ کی کتاب کے بارے میں اپنی رائے سے کہا اور صحیح بات کو پالیا، تب بھی اس نے غلطی کی "۔]

اس لئے کہ جس چیز کا علم نہ تھا اس نے اس کا دعویٰ کیا، اور وہ طریقہ اختیار کیا جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا، اب اس نے اگر صحیح معنیٰ کو پا بھی لیا تب بھی اس نے غلطی کی اس لئے کہ اس نے وہ طریقہ اختیار نہ کیا جو اس کو کرنا چاہیئے تھا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اپنی جہالت کے باوجود لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ خواہ اس کا حکم صحیح ہی کیوں نہ ہو، لیکن اس کا جرم اس سے ہلکا ہوگا جو غلطی کرے۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ اسی طرح اللہ نے تہمت لگانے والوں کو جھوٹا کہا ہے۔

فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ	اگر وہ (تہمت لگانے والے) گواہوں
فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝	کو نہ لائیں تو اللہ کے نزدیک وہی لوگ
(سورۂ نور: ۱۳)	جھوٹے ہیں۔

تو تہمت لگانے والا جھوٹا ہے خواہ اس نے زانی ہی پر تہمت کیوں نہ لگائی ہو، کیوں کہ اس نے اس چیز کی خبر دی جس کی خبر دینا اس کے لئے حلال نہ تھی، خواہ اس نے اس چیز ہی کی خبر کیوں نہ دی ہو جس کو وہ جانتا ہے، کیونکہ اس نے اس چیز کا دعویٰ کیا جس کا اس کو علم نہیں۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

بغیر علم کے تفسیر سے اجتناب

اسی لیے اسلاف کی ایک جماعت نے اس چیز کی تفسیر بیان کرنے میں حرج محسوس کیا ہے جس کا ان کو علم نہ ہو، جیسے شعبہ نے روایت کیا بواسطہ سلیمان، بواسطہ عبداللہ بن مرۃ، بواسطہ ابو معمر کہ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: "کون سی زمین مجھے اٹھائے گی، اور کونسا آسمان مجھے سایہ دے گا اگر میں نے کتاب اللہ کے بارے میں وہ کہا جو میں نہیں جانتا۔"[؎]

ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا کہ ہم سے محمود بن یزید نے بیان کیا بواسطہ عوام بن حوشب، بواسطہ ابراہیم تیمی کہ ابو بکر صدیق سے اللہ تعالیٰ کے قول "وفاکھۃ وابّا" (سورہ عبس: ۳۱) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: "کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں وہ کہا جو میں نہیں جانتا۔" اس کی سند منقطع ہے۔

ابو عبید نے یہ بھی کہا کہ ہم سے یزید نے بیان کیا بواسطہ حمید بواسطہ انس کہ عمر بن خطاب نے منبر پر "وفاکھۃ وابّا" پڑھا اور کہا: فاکھۃ (پھل) تو ہم جانتے ہیں مگر ابّ کیا ہے؟ پھر غور کیا اور کہا: "اے عمر یہی تو تکلف ہے"۔

محمد بن سعد نے کہا کہ سلیمان بن حرب نے بیان کیا: کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا بواسطہ زید بواسطہ ثابت، بواسطہ انس: ہم عمر بن خطابؓ کے پاس تھے اس حال میں کہ ان کی قمیص کی پشت پر چار پیوند تھے، انھوں نے کہا "وفاکھۃ وابّا" پڑھا اور کہا: ابّ کیا ہے: "یہ تکلف ہے، تمہارے لئے ضروری نہیں کہ اس کو جانو"۔ یہ سب اس بات پر محمول کیا ہے کہ ان دونوں نے ابّ کی کیفیت جاننا چاہی تھی، ورنہ اس کا ایک زمینی پودا ہونا اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر و معروف ہے۔ ہم نے زمین میں اگائے اناج، انگور۔ الخ

ابن جریر نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا، بواسطہ ایوب، بواسطہ ابن ابی ملیکہ کہ ابن عباسؓ سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا گیا، اگر تم میں سے کسی سے پوچھا جاتا تو یقیناً بول پڑتا، لیکن ابن عباسؓ

نے اس کے بارے میں کچھ کہنے سے انکار کیا۔[۷] اس کی سند صحیح ہے۔

ابو عبید نے کہا کہ ہم سے اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کیا بواسطہ ایوب، بواسطہ ابن ابی ملیکہ انھوں نے کہا: "ایک شخص نے ابن عباسؓ سے اس دن کے بارے میں پوچھا جس کی مدت ایک ہزار سال کے برابر ہے تو ابن عباسؓ نے اس شخص سے سوال کیا: وہ کون سا دن ہے جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے؟ (سورہ معارج ۴) اس آدمی نے کہا: میں نے تو آپ سے سوال کیا ہے کہ آپ مجھے بتائیں، ابن عباس نے کہا: وہ ایسے دو دن ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، وہی ان دونوں کے بارے میں زیادہ جاننے والا ہے" اور برا سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں نہ جانتے ہوئے کچھ کہیں۔

ابن جریر نے کہا کہ مجھ سے یعقوب — یعنی ابن ابراہیم — نے بیان کیا، ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا بواسطہ مہدی بن میمون، بواسطہ ولید بن مسلم، انھوں نے کہا کہ طلق بن حبیب، جندب بن عبد اللہ کے پاس آئے اور ان سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے ان سے کہا: "میں تم کو پابند کرتا ہوں کہ اگر تم مسلمان ہو تو میرے پاس سے اٹھ جاؤ" یا "میری ہم نشینی سے باز رہو"[۸]

مالک نے بواسطہ یحیی بن سعید، بواسطہ سعید بن مسیب کہا کہ جب ان سے قرآن کی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو وہ کہتے "ہم قرآن کے بارے میں کچھ نہیں کہتے"۔ لیث کہتے ہیں بواسطہ یحیٰی بن سعید کہ سعید بن مسیب قرآن کے صرف معلوم حصہ کے بارے میں بات کرتے تھے۔ شعبہ بواسطہ عمرو بن مرۃ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سعید بن مسیب سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: مجھ سے قرآن کے بارے میں نہ پوچھو، (بلکہ) ان سے پوچھو جن کا دعویٰ ہے کہ ان سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یعنی عکرمہ (سے پوچھو)۔[۹]

عبد اللہ بن شوذب نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی یزید نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سعید بن مسیب سے حلال و حرام کے بارے میں پوچھتے تھے وہ اس بارے میں لوگوں

میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے، لیکن اگر ہم ان سے قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتے تو وہ خاموش ہو جاتے، گویا انھوں نے سنا ہی نہیں۔[۱۰]

فقہاءِ مدینہ

ابن جریر نے کہا کہ مجھ سے احمد بن عبدہ ضبی نے بیان کیا، ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ہم سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے مدینہ کے فقہا کو پایا تھا، وہ سب تفسیر کے بارے میں بات کرنے کو بڑی بات سمجھتے تھے، ان میں سالم بن عبید اللہ، قاسم بن محمد، سعید بن مسیب اور نافع تھے۔[۱۱]

ابو عبید نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن صالح نے بیان کیا بواسطہ لیث، بواسطہ ہشام بن عروہ، انھوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے کبھی نہیں سنا کہ وہ اللہ کی کتاب کی کسی آیت کی تاویل (تفسیر بیان) کرتے ہوں۔ اور ایوب و ابن عون و ہشام دستوائی کے ذریعہ، بواسطہ محمد بن سیرین، انھوں نے کہا: میں نے عبیدۃ ــــ یعنی سلمانی ــــ سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا: تو انھوں نے کہا: وہ لوگ تو جا چکے جو جانتے تھے کہ قرآن کن (مواقع و مسائل) کے بارے میں اترا تھا، تو اللہ سے ڈرو اور صحیح راستہ اختیار کرو۔[۱۲]

ابو عبید نے کہا کہ ہم سے معاذ نے بیان کیا، بواسطہ ابن عون، بواسطہ عبد اللہ بن مسلم بن یسار، بواسطہ ان کے باپ انھوں نے کہا: جب اللہ سے نقل کرتے ہوئے کوئی بات بیان کرو تو ٹھہرو یہاں تک کہ اس کے آگے پیچھے دیکھ لو۔ ہم سے ہیثم نے بیان کیا بواسطہ مغیرہ، بواسطہ ابراہیم، انھوں نے کہا: ہمارے ساتھی تفسیر سے ڈرتے تھے اور اس سے خوف کھاتے تھے۔ شعبہ نے بواسطہ عبد اللہ بن ابی السفر کہا کہ شعبی نے کہا: بخدا کوئی ایسی آیت نہیں ہے کہ جس کے بارے میں مَیں نے پوچھا نہ ہو، لیکن (تفسیر) تو اللہ عز و جل سے روایت ہے۔

واقفیت پر بولنا اور ناواقفیت پر خاموشی واجب ہے

قدیم علمائے مروی یہ صحیح آثار اور ان کے مشابہ دوسری روایات کا رعایہ ہے کہ وہ ایسی تفسیر کے بارے میں بولنے میں تردد محسوس کرتے تھے جس کا انھیں علم نہ ہو۔ اس لئے

وہ شخص جو لغت و شریعت سے واقفیت کی بنیاد پر بولے تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی لئے ان سے اور دیگر علماے تفسیر ہی اقوال مروی ہیں، اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ وہ ان باتوں میں بولے جن کا ان کو علم تھا، اور ان میں خاموش رہے جن سے وہ ناواقف تھے، اور یہی ہر ایک پر واجب ہے، کیونکہ جیسے نامعلوم بات کے بارے میں خاموشی واجب ہے، اسی طرح معلوم بات کے بارے میں سوال کئے جانے پر بولنا واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ:

لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (آل عمران: ۱۸۷)
تم اس کو لوگوں کے لئے ضروری واضح کروگے اور اس کو چھپاؤگے نہیں۔

اور اس حدیث کی وجہ سے جو کئی طریقوں سے مروی ہے کہ "جس شخص سے کسی علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام لگائی جائیگی"۔

[رہی وہ حدیث جس کو ابو جعفر بن جریر نے روایت کیا ہے کہ ہم سے عباس بن عبد العظیم نے بیان کیا، ہم سے محمد بن خالد بن عثمۃ نے بیان کیا، ہم سے ابو جعفر بن محمد زبیری نے بیان کیا، مجھ سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، بواسطہ اپنے باپ کے، بواسطہ عائشہؓ کے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ قرآن کی تفسیر بیان نہیں فرماتے تھے، سوائے ان گنی چنی آیتوں کے جن کی تفسیر ان کو جبرئیلؑ نے سکھائی تھی" پھر اس حدیث کو انھوں نے بواسطہ ابو بکر محمد بن طر طوسی، بواسطہ معن بن عیسیٰ، بواسطہ جعفر بن خالد، بواسطہ ہشام روایت کیا۔ تو یہ منکر و غریب حدیث ہے۔ اس کی سند میں راوی جعفر، محمد بن خالد بن زبیر بن عوام قریشی زبیری کے بیٹے ہیں۔ ان کے بارے میں بخاری نے کہا: حدیث میں ان کی متابعت نہیں کی جائیگی۔ حافظ ابو الفتح ازدیؒ نے کہا: وہ منکر الحدیث ہیں۔ امام ابو جعفر نے بھی ان پر کلام کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "یہ وہ آیات ہیں جن کا علم جبرئیل کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر نہیں ہو سکتا"۔

تفسیر کی قسمیں

اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ تاویل بھی صحیح ہے۔ کیونکہ قرآن میں وہ باتیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے، اور وہ باتیں ہیں جن کو علماء جانتے ہیں، اور وہ باتیں ہیں جن کو عرب اپنی لغات کے ذریعہ جانتے ہیں، اور وہ باتیں ہیں جن سے عدم واقفیت کا کسی کو عذر حاصل نہیں ہے۔ جیسے کہ بقول ابن جریر ابن عباسؓ نے صراحت کی ہے۔"] ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ہم سے مؤمل نے بیان کیا، ہم سے سفیان نے بیان کیا، بواسطہ ابوالزناد، انھوں نے کہا کہ ابن عباس نے کہا: "تفسیر کی چار قسمیں ہیں: ایک قسم وہ جس کو عرب اپنی زبان کے ذریعہ جانتے ہیں اور وہ تفسیر ہے، جس سے لاعلمی پر کسی کو معذور نہیں سمجھا جائے گا، اور وہ تفسیر ہے جس کو علما جانتے ہیں، اور وہ تفسیر ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" [ابن جریر نے کہا: ایسی ہی بات ایک اور حدیث میں روایت ہوئی ہے اگرچہ اس کی سند قابل غور ہے، مجھ سے یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی نے بیان کیا، ہم کو ابن وہب نے بتایا، میں نے عمرو بن حویرث کو کلبی کے واسطہ سے بیان کرتے ہوئے سنا، بواسطہ ابوصالح مولیٰ ام ہانی بواسطہ ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال وحرام کے لحاظ سے قرآن چار حروف پر اتارا گیا ہے: جس[۱] کی ناواقفیت پر کوئی معذور قرار نہیں دیا جا سکتا عرب[۲] (اپنے لغوی سلیقہ کی وجہ سے) جو تفسیر بیان کر سکتے ہیں۔ علما[۳] (اپنے علم کی بنیاد پر) جو تفسیر بیان کر سکتے ہیں، اور متشابہ[۴] جس کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اللہ کے سوا جو اس کے علم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔" اس کی سند میں مذکور قابلِ غور حصہ محمد بن سائب کلبی کی طرف سے ہے، کیونکہ وہ متروک الحدیث ہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں وہم ہوا ہو اور شاید کہ وہ ابن عباس کا کلام ہو، جیسا کہ پہلے گزر چکا] اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

حواشی ومراجع

۱؎ مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، جمع وترتیب: عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم عاصمی وابنہ محمد، ۱۳۹۸ھ المجلد الاول، مقدمہ مرتب ص ج

۲؎ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، عیسی البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء مقدمہ ۱/۳-۴

۳؎ محمود النقراشی السید علی، مناہج المفسرین من العصر الاول الی العصر الحدیث، الجزء الاول التفسیر بالماثور، مکتبۃ النہضۃ، القصیم بریدہ، طباعت اول ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء، ص ۱۷۹-۱۸۰۔

۴؎ تفسیر طبری، (تحقیق وتعلیق: محمود محمد شاکر) دار المعارف مصر، ۱/۸۰۔

۵؎ تفسیر طبری، ۱/۸۰۔ ۶؎ تفسیر طبری، ۱/۷۸۔

۷؎ تفسیر طبری، ۱/۸۶۔ ۸؎ تفسیر طبری، ۱/۸۶۔

۹؎ تفسیر طبری، ۱/۸۶-۸۷۔ ۱۰؎ تفسیر طبری، ۱/۸۶۔

۱۱؎ تفسیر طبری، ۱/۸۵۔ ۱۲؎ تفسیر طبری، ۱/۸۶۔

مطبوعات ادارہ علوم القرآن

قرآنی مقالات دائرہ حمیدیہ (مدرسۃ الاصلاح، سرائمیر) کے ترجمان "الاصلاح" کے منتخب مقالات کا مجموعہ۔ حواشی وحوالوں کے ساتھ جدید انداز میں اصول تفسیر، نظم قرآن اور دوسرے اہم قرآنی مباحث پر تحقیقاتی مضامین کا نادر مرقع۔ صفحات ۲۰۳ قیمت عام ایڈیشن ۶۰/-، لائبریری ایڈیشن ۸۵/=

حقیقتِ نماز مولانا امین احسن اصلاحی

نماز کے موضوع پر مولانا امین احسن اصلاحی کی مختصر لیکن نہایت قیمتی اور اہم کتاب

صفحات ۶۰
قیمت ۵ روپے۔

کتابیاتِ فراہی مرتبہ: ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

- مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہی کی مطبوعات (کتب ومضامین) کے بارے میں ببلوگرافی کے جدید اصول کے مطابق مفید معلومات۔
- مولانا فراہی کی شخصیت، افکار وعلمی خدمات پر مطبوعہ مواد کے مکمل حوالے۔
- ان کی نگارشات پر اہلِ علم کے تبصروں اور تقاریظ کی نشاندہی

صفحات ۸۰
قیمت ۱۵ روپے

ملنے کے پتے

ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲
مرکزی مکتبہ اسلامی ۳۔۱۵۳ چتلی قبر دہلی ۱۱۰۰۰۶